www.faiz-e-nisbat.weebly.com

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست ھے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالٰی آپ سب کو ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

نیاز مند۔ فاروق حسین گولڑوی

ابلیس عالم تھا یا نہیں؟

نومبر 2000ء کے شمارہ "طلوعِ مہر" میں "موازنۂ علم و کرامت" کے عنوان سے میرا ایک مضمون شائع ہوا۔ جسے قارئین نے بہت پسند کیا، خاص طور پر اندرون و بیرونِ ملک سے متعدد علماء و ادباء نے خطوط تحریر فرمائے۔ جن میں میری اس کاوش کو سراہا گیا۔ میں جواباً یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے، جو بغض و عناد اور حسد و کینہ کو بالائے طاق رکھ کر علمی مضمون کی اہمیت کو سمجھتے اور اُس کی قدر کرتے ہیں۔ میں اِسے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم اور بزرگوں کی روحانی توجہ کا اثر سمجھتا ہوں ورنہ ؎

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا
میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کفِ میزاں سے

زیرِ نظر مضمون میں بھی کوشش کی گئی ہے کہ اسی علمی موضوع کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ایک عظیم غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے۔ یہ ایسی غلط فہمی ہے کہ اس کا ذکر اکثر پڑھے لکھے لوگوں کی زبان سے بھی سننے کا اتفاق ہوا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علم انسان کے لئے سب سے بڑی دولت ہے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ بعض اوقات اس کی نسبت کسی بزرگ ہستی یا اپنے کسی من پسند انسان کی طرف ہو تو کچھ لوگ اِسے یعنی علم کو وراثتِ انبیاء قرار دے کر اس شخصیت کی

تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شخص انبیاء علیہم السلام کا وارث ہے اور جب اسی علم کی نسبت کسی ایسے شخص سے کردی جائے جو اُن کا من پسند نہ ہو یا جس سے اُن کی مخالفت ہو تو وہی لوگ بغض اور حسد کی بنا پر یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ علم تو شیطان میں بھی تھا، یا یہ کہ یوں تو شیطان بھی بہت بڑا عالم تھا۔ اس طرزِ گفتگو سے اُن کا مقصد اپنے مخالف کی تحقیر و تذلیل ہوتا ہے کہ اگر اُن کا کوئی مخالف صاحبِ علم ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، عالم ہونے کو تو ابلیس بھی بہت بڑا عالم تھا گویا یہ کہہ کر وہ اپنے ذہن کے مطابق تو اپنے مخالف کی تحقیر کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ علم اور خود اہلِ علم کی تذلیل کر رہے ہوتے ہیں۔ بلا شبہ ایسے جہلا اور حاسدین کا یہ عمل انتہائی گھٹیا پن کی غمازی کرتا ہے۔ وہ اپنے کسی مخالف یا مدِ مقابل کو گرانے اور بے وقعت ثابت کرنے کی خاطر تمام بزرگوں اور اربابِ علم کی علمی فضیلت پر ہاتھ صاف کر دیتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

صرف میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لئے
برق کی زد پر گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

ابلیس کے عالم و فاضل ہونے کی روایت جو عموماً بیان کی جاتی ہے، تحقیقِ بسیار کے باوجود بھی اس کا کسی مستند کتاب میں کم از کم مجھے کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ مسلمانوں کے نزدیک کسی چیز کے قبول یا رد کرنے کے صرف دو معیار ہیں، ایک قرآن مجید اور دوسرا احادیث۔ احادیث کے سلسلے میں بھی تحقیق کرنا علماء کا دستور ہے کہ یہ حدیث باعتبارِ صحت کس درجہ کی ہے۔ پھر اُس کی صحت ثابت ہو جانے کے بعد اُسے تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر بہت عرصہ غور و خوض کیا، آخر قرآن مجید کے حوالے سے جس نتیجہ پر پہنچا وہ ساری بحث ہدیۂ قارئین کرنا چاہتا ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کے علم سے ملائکہ کا علم کم ہے اس پر وعلم آدم الاسماء کلھا

اور قالوا الاعلم لنا إلاما علمتنا کی آیات شاہد ہیں۔ رہا یہ کہ ابلیس کے صدود ارتکاب کیا ہیں۔ قرآن مجید اس سلسلے میں فرماتا ہے کہ کان من الجنّ ففسق الخ۔

ابلیس ملائکہ میں سے نہیں تھا بلکہ قبیلہ جنات سے تھا۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ الشیخ السید محمود احمد آلوسی بغدادی حنفی فرماتے ہیں

(کان من الجن) فقیل کان اصلہ جنّیا وھذا ظاھر فی انّ ابلیس من الملائکۃ...... وھو قول کثیر من العلماء وحقّقال الحسن فیما اخرجہ عنہ ابن المنذر وابن ابی حاتم قاتل اللہ تعالیٰ اقوام زعموا انّہ ابلیس من الملئکۃ واللہ تعالیٰ یقول (کان من الجن) واخرج عنہ ابن جریر وابن الانباری فیانّہ لاصلا الجن کما انّ آدم علیہ السلام اصل الانس، فیہ دلالۃ علی یکن قبلہ جنّ کما لم یکن قبل آدم علیہ السلام انس..... الخ

یہاں علامہ محمود بغدادیؒ نے اگرچہ اور بھی متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں اور ان پر کافی اعتراض و جواب کا سلسلہ بھی چلایا ہے مگر گھوم پھر کر زیادہ معتبر قول یہی ہے جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کیوں کہ اگر ابلیس کو ملک (فرشتہ) مانا جائے تو پھر فرشتوں کا معصوم ہونا باقی نہیں رہے گا۔ فرشتوں سے نافرمانی ہونا ظاہر ہوگا جب کہ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون اس کی نفی کرتا ہے اگر یہاں یہ کہہ دیا جائے کہ فرشتے سب کے سب معصوم نہیں بلکہ ملائکۂ رسل اور ملائکۂ مقربین ہی معصوم ہیں، ان کے علاوہ عام فرشتے غیر معصوم ہیں تو پھر شیطان (ابلیس) کو عام فرشتوں میں سے ماننا پڑے گا جب کہ دلائل و آثار اس کے خلاف ملتے ہیں بلکہ وہ تو اجتہاد درجے کا مقرب بارگاہِ الٰہی بن چکا تھا۔ اسی طرح حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی میں ہے۔

فرقبح الکبر والا فتخار بیان انّہ من سنن ابلیس فانّہ لمّا امتنع عن السّجود لآدم استکباراً وافتخاراً بانّ اصلہ نار واصل آدم تراب، والنّار علوی نورانی لطیف فیکون اشرف من التراب الّذی ھو سفلی ظلمانی کثیف واداہ ذٰلک الکبر الٰی ان صار ملعونا مخلدا فی النّار بعد ان کان رئیس الملائکۃ...... الخ

اس عبارت مذکورہ سے دو حقیقتیں مترشح ہوئیں پہلی تو یہ کہ ابلیس کی تخلیق آگ سے ہے اسی لئے وہ قبیلہ جنات میں سے ہے نہ کہ جماعت ملائکہ میں سے۔ دوسری یہ کہ اس نے سجدۂ آدم سے انکار غرور و تکبر کی وجہ سے کیا اور وجۂ کبر و افتخار اس کا یہ زعم تھا کہ میں اصل و تخلیق یعنی نسب کے اعتبار سے آدم سے افضل و بہتر ہوں۔ اس سے آگے اگرچہ علامہ شیخ زادہ نے ابلیس کے لئے لفظ معلم بھی استعمال کیا ہے مگر اولاً تو یہ معلّم ومجتھد فی العبادۃ مراد ہے۔ جیسا کہ عبارت مندرجہ ذیل صراحت کر رہی ہے معلمھم واشدھم اجتھاد فی العبادۃ ثانیاً کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی سے اس قول مذکور کی تائید نہیں ہوتی جب کہ ہمارے پیش کردہ موقف کی پشت پر دلائل قرآن و حدیث موجود ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجیؒ حاشیۂ بیضاوی میں فرماتے ہیں (والفاء للتسبب) لبیان تسبب فسقہ عن کونہ من الجنّ اذشانھم التمرّد یعنی ففسق میں فاء بیان تسبب کے لئے ہے کہ ابلیس کے انکار سجدہ کا سبب اس کا جن ہونا ہے۔ کیوں کہ جنات کی سرشت میں بغاوت اور تمرد ہے۔

علامہ قاضی بیضاوی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ وفیہ دلیل "علی ان الملک لا یعصی البتہ وانّما عصی ابلیس لانّہ کان جنّیا فی اصلہ یعنی اس میں دلیل ہے اس

بات کی کہ بے شک فرشتے نافرمانی نہیں کرتے اور ابلیس نے جو نافرمانی کی اور انکارِ سجدہ کا مرتکب ہوا اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصل کے اعتبار سے جن ہی تھا۔ تفسیر جلالین شریف میں دونوں قول نقل کیے گئے کہ وہ فرشتہ تھا اور فرشتوں ہی کی ایک قسم کو جن کہا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ابوالجن یعنی سب جنوں کا بابا تھا اور اسی قول پر حاشیہ صاوی میں علامہ صاویؒ راجح و حق فرماتے ہیں۔ اسی دوسرے قول پر حاشیۂ صاوی میں ہے۔ وابلیس ابو الجن هذا توجيه لكون نه مستقطعًا وهو الحق وعليه فالجنّ نوع آخر غير الملئكة فالجن من نار والملئكة من نور یعنی ابلیس کا ابوالجن ہونا یہ توجیہ الا ابلیس کے استثنا منقطع ہونے کی صورت میں ہے جہاں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا اور یہی قول حق ہے کہ جن ایک دوسری نوع ہے فرشتوں سے الگ تھلگ، جن کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے جبکہ فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔ حاشیہ کمالین علی الجلالین میں بھی انداز لطیف کے ساتھ یہ فیصلہ موجود ہے۔ اسعدلّ بذکر الذرية على انّه من الجن ولملائكة لا ذرية لهم...الخ

یعنی اس آیت میں لفظ ذریتہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ابلیس کا تعلق جنات سے ہے کیونکہ ملائکہ کی کوئی اولاد نہیں ہے یہ سلسلۂ توالد و تناسل جنات میں ہے نہ کہ ملائکہ میں۔

بہر حال جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ابلیس اصلیت کے اعتبار سے جن ہے اور اس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے تو اب پھر اسی نص قرآنی کی رُو سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ابلیس کے استکبار و افتخار کا سبب اُس کا آگ سے پیدا ہونا ہے جس پر اُس نے ناز کرتے ہوئے کہا تھا۔ انا خیر ”منه خلقتنى من نارٍ وخلقته من طين۔ تو اس کے تفخر و تکبر کا سبب افتخارِ اصل و نسب کا نشہ تھا نہ کہ وجودِ صفتِ علم جیسا کہ حاشیہ شیخ زادہ محی الدین میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ جس کی تائید نصِ قطعی سے بھی ہو رہی ہے۔ ہم اُن متقدمین، متقدمین، اکابر و اسلاف علماء کے وہ تمام اقوال بے چون و چرا تسلیم کرتے ہیں، جن کی پشت پر کتاب و سنت کے مضبوط دلائل موجود ہوں جیسا کہ اسی مندرجہ ذیل قول کی حیثیت ہے۔ شیخ زادہ فرماتے ہیں:

لمّا امتنع عن السّجود ولائمَ استكبارًا وافتخارًا بانّ اصله نارٌ واصل آدم تراب

یہ طے ہو گیا کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہیں اور یہ کہ خلقتني من نارٍ وخلقته من طين کے اعتبار سے ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا جبکہ ملائکہ کی تخلیق آگ سے نہیں۔ یعنی ملائکہ ابلیس سے افضل قرار پائے۔ جب اُن کا علم انسان کے مقابلے میں کم ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔ جن اشیاء کے اسماء و حقیقت کی خبر دینے سے ملائکہ عاجز آ کر یوں عرض گزار ہوئے لاعلم لنا الا ما علمتنا حضرت آدم نے اُن کو بیان کر دیا جس کے نتیجے میں ملائکہ کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کا (جو کہ ہر اعتبار سے ملائکہ سے کم ہے) علم انسان کے علم سے بدرجۂ اولیٰ کم ہوا یہ بات تو آیات کے ان واضح مفاہیم سے ثابت ہو گی۔

اب آگے چلئے۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق قرآن و حدیث میں کہیں بھی ابلیس کے علم و فضل کی کوئی صراحت یا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ عوام کا یہ ایک خود ساختہ اور بے سند مفروضہ ہے۔ البتہ آدم اور ذریت آدم (انسان) کے علمی مدارج کا تذکرہ قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر بہ انداز تعریف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ والذين اوتوا العلم درجٰت (القرآن 11:58) کی یہ آیت ایک اصول بیان کر رہی ہے کہ اہل علم بارگاہ رب العزت میں درجات عالیہ کے حامل ہیں جو حضرات شیطان کا صاحب علم ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن پر لازم آتا ہے کہ وہ اس کے لئے قرب خداوندی کا تعین بھی فرمائیں۔ اسی طرح طبقۂ عوام میں شیطان کا

معلم الملکوت ہونا بھی مشہور ہے، جو بالکل بے سند ہے کوئی نصِ قطعی یا کوئی متنِ حدیث اس جاہلانہ مفروضے کی تائید میں موجود نہیں۔ جیسا کہ ہم نے ماقبل میں حاشیہ شیخ زادہ کے حوالے سے تحریر کیا کہ اگر لفظِ معلم ابلیس کے لئے استعمال ہوا بھی ہے تو عابد و زاہد کے مفہوم میں نیز اس قول کی تائید کتاب وسنت سے نہیں ہوتی لہٰذا جن لوگوں کا خیال ہے کہ ابلیس کے اندر انکارِ سجدہ کی علت اس کا علمی کبر تھا غلط ہے۔ اس لئے کہ خالقِ خیر وشر نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کی آیت کریمہ انا خیر" منه خلقتني من نارٍ وّ خلقته' من طين میں ابلیس کے زعمِ فضیلت اور انکارِ سجدہ کی علت اس کے عنصرِ تخلیق یعنی آگ اور پھر مٹی پر اس کے احساسِ برتری کو قرار دیا ہے۔ اگر انکارِ سجدہ کی علت ابلیس کا کبرِ علم تسلیم کیا جائے، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے تو اس کی علتِ انکار کی تکذیب لازم آئے گی جس کا ذکر آیت محولہ میں باری تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ ثابت ہوا کہ ابلیس کی علتِ انکار، علم نہ تھا، بلکہ آتش نسبی تھی، جس نے اس کے دل میں فضیلت کے دبے ہوئے شعلۂ احساس کو ہوا دی اور اُسے عناصر کی طبقاتی تفریق اور معاشرتی درجہ بندی کے تصور کا موجد بنا دیا۔ یوں بھی علم سے تکبر کی بجائے انکسار اور خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کے علم کو ان کی خشیت کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ط ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ارباب معرفت ہیں۔ (القرآن 28:35)

اگر ابلیس میں علمائے امت جیسا علم وعرفان ہوتا تو مذکورہ بالا قرآنی تصریح کے مطابق اس کا لازمی نتیجہ خشیتِ الٰہی ہوتا اور نتیجۂ خشیت انکار نہیں، بلکہ اطاعت ہوتا ہے۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو مذکورہ بالا آیہ مبارکہ ہی سے ابلیس کا عدمِ علم ثابت ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ آیت کریمہ کے مطابق علم وعرفان کا نتیجہ خشیت اور خشیت کا نتیجہ اطاعت ہے، چونکہ ابلیس نے حکم

خداوندی کی اطاعت نہیں کی لہٰذا اُس میں خشیتِ الٰہی نہیں تھی۔ اور جس میں خشیتِ الٰہی نہ ہو، اُسے محولہ نصِ قرآنی کے مطابق علماء یا اہلِ علم کی صف میں شمار نہیں کیا جا سکتا پس یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ ابلیس پر لفظِ عالم کا اطلاق قطعاً نادرست اور ناروا ہے اور یہ کہ ابلیس اور علمائے امت میں مماثلت ثابت کرنا علم اور علماء کی تذلیل وتوہین کے مترادف ہے۔ علم کے وسیع ترمعنوں میں کسی ذی شعور کا کچھ نہ کچھ جاننا، اُسے صاحبِ علم کہنے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ اگر علم کے اس لغوی معنٰی (جاننا) کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کائنات میں تصورِ جہالت ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ہر ذی شعور شے اپنے مرجع ومعاد اور اپنے فطری امیال وعواطف کا علم وادراک جو اسے فطرت نے ودیعت کیا ہے بدرجہ اتم رکھتی ہے کیا ہر ذی شعور کو صرف اسی بناء پر عالم یا صاحبِ علم کہہ دیا جائے کہ اُسے کچھ نہ کچھ علم تو ہے وہ جمادات کی طرح مطلق بے شعور، جاہل اور ساکت وجامد تو نہیں۔ ایسا فکر بجائے خود ایک بہت بڑی جہالت ہوگا۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو آیت محولہ میں اللہ تعالیٰ نے جن اربابِ علم کا بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے اُن میں اور معمولی شعور اور عام معلومات رکھنے والوں میں کیا تمیز رہ جائے گی؟ جن اصحابِ علم کے اقوال واعمال سے کبر مترشح ہو انہیں حقیقی عالم نہیں کہا جا سکتا بلکہ ایسے جہالت پروردہ اور نام نہاد اربابِ دانش روحِ علم کے نہیں، بصرف الفاظ کے چند کھوکھلے ڈھانچوں کے وارث سمجھے جائیں گے۔ جن کے الفاظ میں علم کی روح بولتی ہو، اہلِ نظر انہیں رومیؒ، جامیؒ، غزالیؒ اور رازیؒ کے ناموں سے پکارا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو دانشور محض الفاظ کے بے روح ڈھانچوں سے قوم کے مردہ ذہنوں کی مسیحائی کا اہتمام کرتے ہیں وہ بے چاری قوم کو حیاتِ نو سے کیوں کر ہمکنار کر سکتے ہیں؟ جبکہ اُن کے اپنے اثاثۂ حیات پر فنا کی مُہر ثبت ہے۔ بہرحال یہ طے ہے کہ کبر کا سلسلہ نسب علم سے نہیں جہالت سے ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس انسان میں جتنی جہالت ہوگی اُس

میں انتہائی تکبر پایا جائے گا اور یہ کہ کبرِ علم تو کسی نہ کسی طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر کبرِ جہالت تو ایک ایسی قیامت ہے جس کا کوئی بھی معقول ذہن متحمل نہیں ہو سکتا۔ بقول عارف رومیؒ ۔

ناز را روئے بباید ہم چوں ورد
گر نداری گرد بد خوئی مگرد

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبرِ علم سے بچائے تو کبرِ جہل سے بھی محفوظ رکھے۔ کبرِ جہالت سے مراد کچھ نہ جانتے ہوئے بھی اپنی ذات و صفات کو ایک ناقابلِ تردید حقیقت اور اپنی ہر بات کو حرفِ آخر خیال کرنا ہے۔ ہم اپنے اس دعوے کی دلیل میں صرف ابوجہل کا رویہ اور اس کی ذات ہی کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ بہرحال قدرت جسے جو کچھ دیتی ہے کسی حکمت کے تحت ہی دیتی ہے۔ علم جیسی منزل نما اور انکسار آموز صفاتی دولت جسے وہ اپنے بعد اپنے برگزیدہ بندوں میں سے انبیائے کرام، علمائے امت اور اولیائے عظام کو عطا کرتی ہے۔ ابلیس جیسے ایرے غیرے پر کیسے لٹا سکتی ہے کیونکہ بقول راقم الحروف...... ع

یہ ایسی شے نہیں ہے جو یہاں رکھ دی وہاں رکھ دی

اگر بقول بعض ابلیس کو ایک عالم و فاضل شخصیت ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر انبیاء علیہم السلام اور اُن کی امت کے خواص کیلئے علم وجہِ امتیاز و اختصاص نہیں رہ جاتا کیونکہ اس طرح ابلیس بھی اُن کی اس صفتِ مخصوصہ (علم) میں برابر کا شریک ٹھہرتا ہے اور پھر علم تو باری تعالیٰ کی ایک ایسی صفتِ کبریٰ ہے جس میں ہدایت اور نور کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اگر ابلیس جیسے راندۂ درگاہ کا ظلمت کدہ دل اس نور سے روشن ہوتا تو پھر اُس کے لئے فاخرُج مِنھَا فَاِنَّکَ رَجِیم ۔ وَاِنَّ عَلَیکَ اللَّعنَةَ اِلیٰ یَومِ الدِّین کے الفاظ وارد

ہوتے جیسا کہ امامِ شافعیؒ فرماتے ہیں۔

لانّ العلم نورٌ من اللہ
وانّ النور لا یُعطیٰ لعاصی

اس سلسلے میں آخری گزارش یہ ہے کہ اگر ابلیس کو علم مل گیا ہوتا پھر اُس سے انکارِ سجدہ کی توقع محال تھی کیونکہ اقرار و انکار کے موقع و محل کا ادراک تو علم کے ابتدائی مدارج میں سے ہے۔ اُمید ہے کہ وہ لوگ جو کم علمی کے باعث شیطان اور اہلِ علم میں مماثلت پیدا کرتے ہوئے ناشائستہ جُملے استعمال کر دیتے ہیں ہمارے اس تفصیلی تبصرے کو پڑھ کر آئندہ اس قسم کے اندازِ فکر سے اپنے ذہن کو محفوظ رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ذہنی خلفشار کا ازالہ بھی کریں گے۔

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر ، خواہ ملال

☆☆☆☆☆☆

www.faiz-e-nisbat.weebly.com